ترجمہ یازدہ رسائل

رسالۂ پنجم

وجود العاشقین

معروف بہ

رسالہ عشقیہ

تصنیف

قطب الاقطاب سید محمد حسینی گیسودراز خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ

مترجمہ

مولانا مولوی قاضی احمد عبدالصمد صاحب فاروقی قادری چشتی قدس اللہ سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔

الحمد للّٰہ۔ ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں اور ایسی توصیف کہ وہ شمار میں نہیں آتی، گنی نہیں جا سکتی۔ قادر مطلق، حاکم برحق، عاشقوں کی جان کی جان، ساری دنیا جہان کے صاحب و مالک ہی کے لائق، اسی کو سزاوار ہے۔ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق شناس، محب درگاہ، محبوب شہنشاہ، معین العاشقین، مغید المحققین والتابعین المقربین (احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق کے پہچاننے والے، عاشق محبت کرنے والے، اعلیٰ کے اعلیٰ اور بادشاہوں کے بادشاہ کے محبوب۔ عاشقوں کی مدد کرنے والے کہ آپ محققین اور آپ کی پیروی و اتباع کرنے والوں کے لئے فائدہ مند) ہیں آپ پر اور آپ کی آل بزرگ پر بے انتہا درود وسلام۔

اما بعد (حمد وثناء کے بعد) عشق کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں اس پاک جان کی جس کی نہایت نہیں۔ چند باتیں ھو اللّٰہ (وہی ہے اللہ) کی عنایت اور حسبی اللّٰہ (بس ہے اللہ) کے اشارت (اشارہ) سے لکھی جاتی ہیں تاکہ محبت والوں کی محبت، دوستی رکھنے والوں کی دوستی زیادہ ہو کر محبت اور دوستی کا انہیں راستہ بتلائے۔ وصول الی اللّٰہ (اللہ تک پہنچنے، اس سے ملنے کی) کی امید۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا) سے ان میں پیدا ہو جائے۔

اے عزیز۔ اچھی طرح سے اس کو سمجھ جاؤ کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ یہی تین ہیں جن کو عاشق۔ عشق۔ معشوق کہتے ہیں۔ اس کے سوا جن کو ہیں کہتے ہیں وہ سب ہیچ بیکار و فضول ہیں، کسی کام کے نہیں۔ یہی ظاہر و ظہور، باطن و بطون ہیں۔ ظاہر سے خلق، باطن سے خالق مراد ہے۔ ظاہر و باطن، ذات کے دو مرتبے جو کہے جاتے ہیں، وہ حقیقت

میں ایک ہی مرتبہ ہے۔ جس کے بہت سارے مراتب ہیں سمجھنے کی بات اس قدر ہے کہ احد (ایک) میں جو الف ہے وہ عشق اور حاء عاشق اور دال معشوق کے معنے لئے ہوئے ہے۔ درحقیقت توحید کی جمع میں یہ تینوں ایک ہیں۔ بلاتمثیل ایسے ہی ہیں جیسے دریا۔ اس کی موج' اس کا جھاگ درحقیقت یہ تینوں دریا ہی کے اعتبار ہیں۔ جب کسی پر حقیقت کا دروازہ کھل جاتا ہے تو اس میں "میں" "تو" باقی نہیں رہتا۔ وہ جان لیتا ہے کہ یہ میں اور تو' ایک ہی دم ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ وَمَا اُمِرْنَا اِلَّا وَاحِدَةً (اور ہم نے امر نہ دیا مگر ایک یعنی ہم نے ایک ہی حکم دیا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری صفت ایک ہے یعنی "ذات" جو صفت میں آ سکتی صفت لے سکتی' صفت ہو سکتی ہے "وہ ایک ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں" نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ العشق ناراً اذا یقع یحرق ماسوی المحبوب (عشق ایک آگ ہے جب وہ ڈالی جاتی ہے تو محبوب کے سوائے سب کو جلا ڈالتی ہے) یعنی محبوب کے سوائے جو کچھ ہو اس کو نیست و نابود کر دیتی ہے کسی کو رہنے نہیں دیتی۔ عشق ہی رہ جاتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

جہاں عشق است دیگر زرق سازی ہمہ بازیست الا عشق بازی
(دنیا جہان عشق ہے دوسری باتیں دھوکہ سب کھیل کھلونے ہیں کام کی چیز عشق ہی ہے)

جب یہ آگ ہاتھ آ جاتی ہے تو تن کی لکڑی جل جاتی ہے۔ تم تم نہیں رہتے۔ عشق ہی عشق رہ جاتا ہے۔ تم نہیں جانتے عشق ہی جانتا ہے۔ تم اپنے آپ کو ہار دیتے ہو۔ اپنی خودی سے آپ ہی چھٹکارا پا جاتے ہو۔ آب و گل (مٹی پانی سے یعنی بدن کی آلائش (جسم وجسمانیت) سے دونوں ہی (عشق اور دل) پاک ہیں۔ مطلب یہ کہ عشق جہاں کہیں سر اٹھاتا ہے۔ اپنی آنکھیں آپ ہی ملتا ہے۔ اپنے میں آپ ہی ہمیشہ روتا رہتا ہے۔

مجنون عشق را دگر امروز حالت است کہ اسلام عشق لیلیٰ و دیگر ضلالت است
(عشق کے مارے ہوئے کی آج اور ہی حالت ہے لیلیٰ کا عشق اس کا اسلام اس کے سوائے سب کچھ گمراہی ہے)

سچ ہے مجنوں کا بھید مجنوں جانے یعنی دیوانہ کا راز دیوانہ ہی جانتا ہے۔ عقلمند

کی یہاں رسائی نہیں اس کی عقل یہاں کام نہیں کرتی۔

عشق میں تین حرف ع ش ق ہیں۔ ع سے عقل کی نفی (دور کرنا۔ دور ہونا) یعنی عقل سے ہاتھ دھونا۔ ش سے شرم شرک کی نفی (حیا اور دو ٹھہرانے کو مٹا دینا) ق سے جسم و جسمانیت کی نفی (ہونے کے تو ہم کا ملیامیٹ کر دینا) تین کی نفی کا مطلب یہ ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب عشق آ جاتا ہے تو تینوں کی نفی ہو جاتی ہے ان کو فراموش کرا دینا' بھلا دینا' ہیچ کر دینا ہے' چنانچہ اسی کو عاشق ہادی شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

چو عشق آمد از عقل دیگر مگوے   کہ در دست چوگان اسیر است گوے

(جب عشق آ گیا تو پھر عقل کی باتیں نہ کیا کرو   کیونکہ گیند بلے کے اختیار و قابو میں آ گئی ہے)

عشق کے مراتب پانچ بیان کئے گئے ہیں۔ پہلے مرتبہ کو شریعت یعنی محبوب کے جمال کا شوق پیدا ہونے کے لئے خبر کا سننا۔ دوسرے مرتبہ کو طریقت یعنی محبوب کا طالب ہو جانا۔ معشوق کی پے میں لگ جانا۔ طلب کا راستہ طے کرنا۔ تیسرے مرتبہ کو حقیقت یعنی محبوب کے حسن اس کی حضوری میں ہمیشہ رہنا۔ چوتھے مرتبہ کو معرفت یعنی اپنی مراد (مطلب۔ آرزو۔ خواہش) کو محبوب کی مراد میں محو و گم کر دینا۔ مٹ جانا خود ملیامیٹ ہو جانا۔ پانچویں مرتبہ کو وحدت یعنی اس میں فنا ہونے والے وجود کے ظاہر و باطن کو توڑ کر نابود کر دینا۔ محبوب ہی کو ظاہر و باطن میں موجود مطلق رکھنا۔

یہ پانچ مراتب جن کو مقام بھی کہتے ہیں۔ اس مقام کے پانچ ملحد ہوتے ہیں۔

ملحد شریعت اس کو کہتے ہیں جو شرع شریف کے خلاف کام کرتا ہو خود کو محقق جانتا ہے۔

ملحد طریقت وہ ہے جو گزر بسر کی خاطر پیسہ ٹکا حاصل کرنے کے لئے مخلوق کی خدمت کیا کرتا۔ اپنے آپ میں رہا کرتا ہے۔

ملحد حقیقت وہ ہے کہ جو خود کو فقیر کہتا ہے۔ کہلاتا ہے۔ غیروں کی خوشامد کرتا ہے۔

ملحد معرفت وہ ہے جو خود کو عارف جانتا ہے غیر بین (دوسرے کا دیکھنے والا)

ہوتا ہے غیر وغیریت "میں۔تو" سے نہیں نکلتا۔

ملحد وحدت وہ ہے کہ اس کو حاضر جانتا' پاتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر عرش پر نظر رکھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا مدد وامداد کا طالب ہوتا ہے۔

جب کوئی اس الحاد سے گزر جاتا ہے' ان ملحدوں کو مار لیتا ہے تو اس مرتبہ کا کمال پورا ہونے سے انتہائے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ محبوب ہی محبوب۔ عشق ہی عشق ہو کر رہ جاتا ہے۔ عشق ومعشوق کی موج' عشق کے دریا میں لاپتہ ہو جاتی ہے۔ یعنی عاشق معشوق عشق میں ڈوب جاتے ہیں۔ ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ الوجود بین العشقین کا الطھر بین الدمین (وجود دو عشق کے درمیان ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ مدت حیض جو دو حیض کے درمیان میں ہوتی ہے۔ اس کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ وجود عشق کے دو مراتب کے بیچوں بیچ ہے۔ ابتداء میں بھی عشق ہے۔ انتہا میں بھی عشق ہے۔ یعنی عشق ہی عشق ہے جو ہمیشہ رہتا ہے۔ اتنا سمجھ لو کہ وجود عشق کے سوا نہیں یعنی وجود ہی عشق ہے۔ عشق ہی وجود ہے۔ 'وجود میں عشق ہی ہے" کوئی عشق کے بغیرہ رہ نہیں سکتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول آخر ظاہر باطن عشق ہی ہے۔ جو کچھ ہے عشق ہے۔

چیست آدم چیست حوا عشق بس — گرچہ آیند صد ہزاراں پیش و پس

(آدم' حوا کیا ہیں عشق ہی تو ہیں — اگر ہزارہا ایک کے بعد ایک آئیں)

تم نے عشق کی بنیاد سن لی۔ اب ذرا کان لگا کر عشق کے کمالات بھی سن لو۔ ان کو اچھی طرح سے سمجھ لو۔ عشق وہ تخم (بیج) ہے جس سے ایک درخت پیدا (ظاہر) ہوا اسی کو وجود جانتے اور جسم کہتے اور تن بولتے ہیں۔ اسی درخت وجود کی پانچ اصل (جڑیں) ہیں۔ جن کو عقل۔ وہم۔ روح۔ علم اور جان بولتے ہیں۔ حقیقت بھی کہتے ہیں۔ ان پانچ میں سے ہر ایک میں سے پانچ شاخ (ڈالیاں) نکلی ہیں۔ عقل سے بینائی (دیکھنے کی قوت) وہم سے شنوائی (سننے کی قوت) روح سے گویائی (بات کہنے۔ کرنے کی قوت) علم سے دانائی (سمجھنے کی قوت) جان سے توانائی (طاقت قوت) ان پانچ ڈالیوں میں سے پانچ پتے نکلے' بینائی سے حرص (لالچ) شنوائی سے کینہ (دل کا کھوٹ)

گویائی سے غضب (غصہ) توانائی سے حسد (ڈاہ) دانائی سے کبر (بڑا پن اکڑ) ان پانچوں کو نفس اور ان پانچوں کو دل کہتے ہیں مرتبہ ذات میں یہ ایک ہیں اسی کو شریعت کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ؎

نفس و روح و عقل و دل جملہ یکسیت — مرد معنی را دریں رہ کے شک ایست
(نفس روح عقل دل سب ایک ہیں — معنی کے جاننے والے کو اس میں کب شک ہے)

تم نے جڑ۔ ڈالی۔ پتہ کو سن لیا بلکہ پالیا۔ اب پھول اور میوہ کو بھی سن لو۔ اس کے پھول بھی پانچ ہیں۔ طاعت۔ زہد۔ تلاوت۔ قناعت اور سخاوت۔ مجموعی طور سے اسی کو طریقت کہتے ہیں۔

اے عزیز۔ میوے بھی پانچ ہیں۔ شفقت۔ محبت۔ رحمت۔ برکت۔ ہمت۔ جن کو مجموعی طور سے حقیقت کہتے ہیں۔ یہ پانچوں مرتبہ عشق میں، معنی عشق میں ایک ہی ہیں۔ جس کو معرفت کہتے ہیں۔ یہ بھی سن لو کہ میوے میں جو تخم ہے اس کو وحدت کہتے ہیں کہ ابتداء بھی تخم اور انتہا میں بھی تخم ہی ہے۔ اسی کو عشق کہتے ہیں۔ **العشق هُو الله** (عشق وہ اللہ ہی ہے) کہ جس سے سب ظاہر ہوئے ظہور میں آئے ہیں۔ یوں سمجھو کہ وہی وہ ہے جو اس طرح سے اپنے آپ کو جلوہ دیا ہے۔ وہی دائم قائم یعنی ہمیشہ ہمیشہ قائم و برقرار ہے۔

اے عزیز۔ تم نے جڑ۔ ڈالیاں۔ پتے پھول۔ پھل کو سن لیا۔ جڑ پیڑ کے ساتھ ڈالی، ڈالی کے ساتھ پتے، پتے کے ساتھ پھول، پھول کے ساتھ پھل اور پھل کے ساتھ تخم کو پالیا یعنی شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت۔ وحدت کو سن کر سمجھ لیا۔ اب دل کی گہرائیوں کے ساتھ یہ بھی سن لو کہ وجود کے درخت کی چار طبیعتیں ہیں۔ جن کو حرارت۔ رطوبت۔ برودت۔ یبوست (گرمی۔ سردی۔ تری۔ خشکی) کہتے ہیں اس کے علاوہ چار عناصر۔ آتش۔ باد۔ آب۔ خاک (آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی) بھی بتلاتے ہیں۔ یہ آٹھ حقیقتاً چار ہی ہیں۔ یہ بھی سن لو کہ درخت وجود کے باہر جو کچھ ہے وہ عدم کا درخت ہے۔ جو کچھ ہیں یہی چار ہیں۔ جب تم نے اس کو سن لیا سمجھ لیا تو یہ بھی سن لو سمجھ لو کہ اس

درخت کی جنبش (ہلنا۔ حرکت) شہوت کے لئے۔ قال (کہنا) اس درخت کا خیال وصال (ملنے کی دھن) کی استواری کے لئے۔ حیات (زندگی جینا) اس درخت کی بیداری اور ہوش میں رہنا ہے۔ موت اس درخت کی خواب (نیند) فراموشی (بھول) ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ النوم اخ الموت (نیند موت کی بہن ہے) تم نے اس درخت کا رہنا بسنا جینا مرنا سن لیا تو یہ بھی سن لو کہ اس درخت کی نہا (اصلیت) کیا ہے۔ کس زمین میں یہ درخت اُگا ہے۔

اے عزیز اس درخت کی جڑیں فنا کی زمین میں ہیں۔ جس کو بقا۔ وجہ اللہ حرم اللہ دار اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجه ربك ذوالجلال والاکرام (جو کچھ اس پر ہے وہ فنا ہونے والی مٹ جانے والی ہے اور باقی رہنے والی ذات ذوالجلال والاکرام ہی کی ہے) یہ سمجھ جاؤ کہ فنا بقا ہی میں ہے۔ اس درخت کے اندر باہر کو بقا گھیرے ہوئے ہے اس کے ظاہر و باطن سے مل گئی ہے۔ درخت کی عین ہو کر اس طرح ایک ہو گئی ہے کہ دوئی باقی ہی نہ رہی۔ اس درخت میں جو کچھ ہے وہ بقا ہی بقا ہے اسی کو عشق کہتے ہیں۔ یہ عشق لاحد ولا نہایت لا مثل ولا غایت (جس کی کوئی حد نہایت مثل غایت نہیں۔ "حد" انتہا۔ کنارہ۔ فاصلہ دو چیز کا۔ تعریف کسی چیز کی اس کی ذاتیات سے کرنا۔ "نہایت" انتہا۔ انجام۔ مثل و مانند جو سب صفتوں میں برابر ہو۔ مساوی ہو۔ "غایت" آخر۔ غرض۔ مطلب۔ کسی چیز کی انتہا ہے۔ سینکڑوں شکلیں ہزاروں صورتیں بے شمار رنگ بے انتہا خوشبو رکھتے ہوئے بھی وحدہ لاشریك له (ایک ہے کوئی اس کا ساجھی و شریک نہیں) جب تم یہ سن چکے تو اس کے کمالات بھی ہوش کے ساتھ سن لو سمجھ لو۔

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکست اینجا — چوں وصل در نگنجد ہجراں چہ کار دارد
(معشوق عشق و عاشق تینوں یہاں ایک ہیں — جب ملنے ہی کی گنجائش نہ ہو تو دوری جدائی کا کیا سوال)

اے عزیز۔ یہ درخت جو اپنے آپ سے آپ ہے وہ تمہارا ہی وجود۔ تمہاری ہی ہستی ہے۔ جس کی شکل و صورت تمہارے ہی افعال و اوصاف (کام خوبیاں) ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللّٰہ خلق اٰدم علیٰ صورتہ (البتہ اللہ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر) ایّ علیٰ صورۃ الرحمٰن (بلکہ رحمٰن کی صورت پر) اس سے سمجھ جاؤ کہ تم ہی ہو کہ عین بقا۔ عین عشق۔ مطلق۔ مقید ہو۔ یہ سب شاہ عشق رضوان اللہ تعالیٰ ہی کا ظہور ہے۔ اللہ کی ذات روح ہے مطلق ہے۔ تم ہی تم ہو۔ تمہارے سوا اور کوئی نہیں۔ تم نے خود کو خود ہی چھوڑ رکھا ہے۔ کسی طرح کی کوئی دوئی جدائی نہیں۔ سمجھنے کی بات یہی ہے کہ تم اسی سے ہو۔

وجودے ندارد کسے جز خدا ہماں بودہ باشد ہمیشہ بجا
(خدا کے سوائے کوئی وجود نہیں رکھتا وہی تھا ہے اور رہے گا

جب تم نے اپنے نفس یعنی اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اپنی حقیقت کو پالیا تو عین بقا ہو گئے۔ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مَنْ عرف نفسہ بالعجز والفناء فقد عرف ربہ بالقدر والبقاء (جس نے پہچانا اپنے نفس کو عجز وفنا سے پس پہچان لیا اس نے اپنے رب کو قدر و بقا سے (عزت بزرگی اندازہ عظمت کے ساتھ) جب کوئی اپنے نفس کو پہچان لیا وہ بقا پا گیا۔ جیسے ہی فانی فی اللّٰہ (اللہ میں مٹ گیا فنا ہو گیا) ہوا۔ باقی باللّٰہ (اللہ سے باقی) ہو گیا۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ہر چند کہ پر دردی کہ محرم ما گردی فانی شو فانی شو تا محرم ما گردی
(اگرچہ درد سے بھرا ہوا ہے تا کہ ہمارا محرم ہو جائے فنا ہو جا فنا ہو جا تا کہ ہمارا محرم ہو جائے)

بیان کرتے ہیں کہ ایک درویش سے یہ کہا گیا کہ جرد جرد (مجرد ہو جا۔ مجرد ہو جا یعنی اکیلا۔ تنہا۔ دنیا کا چھوڑنے والا ہو جا) یہ آواز سنتے ہی ان کے بدن کے تمام بال جھڑ گئے۔ سچ ہے۔ مقام حیرت۔ بہترین مقام ہے کہ جہاں درویش مقام حیرت محمود میں رہے۔ حدیث میں ہے کہ الحادث اذا قرن بالقدیم لیست لہ اثر (جب نو پیدا قدیم سے مل جاتا ہے تو اس کا اپنا کوئی اثر نہیں رہتا یعنی وہ وہ نہیں رہتا) نمک کو پانی میں ڈالتے ہی وہ پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا' اسی طرح جب تم نہ رہے تو عشق رہ جاتا ہے۔ تم نہ جانو تو عشق جانتا ہے۔

دریائے کہن چو بزند موجِ نو موجش خوانند در حقیقت دریا است
(پرانا دریا جب موج مارتا ہے تو اس کو موج کہتے ہیں وہ حقیقت میں دریا ہے)

یہی وہ ہے جس میں سب گم ہو جاتے ہیں۔ گفتگو جستجو (بات چیت۔ تلاش۔ ڈھونڈا ڈھونڈی) نہیں رہتی۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ من عرف اللہ کلّ لسانہ (اللہ کو جس نے پہچان لیا۔ اس کی زبان بند ہو گئی) عاشق ہادی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چو بلبل روئے گل بیند و بالش در نوا آید مرا از دیدن رویت فرو بست است گویائی
(بلبل جب پھول کا چہرہ دیکھتا ہے تو اس کی زبان چلنے لگتی ہے وہ چہچہانے لگ جاتی ہے مجھ کو تیرے چہرہ کے دیکھنے سے چپ لگ جاتی ہے زبان بند ہو جاتی ہے)

یہ بھی سمجھ لو کہ یہاں دوست کے شوق میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ شوق کے کمال کے اعتبار سے ٹھیک ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ من عرف اللہ طال لسانہ (اللہ کو جو پہچان لیتا ہے اس کی زبان بڑھ جاتی یعنی کھل جاتی ہے) یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عام قاعدہ یہی ہے کہ جب بادِ صبا (تیز ہوا) چلتی ہے تو جو کچھ بند تھے یا ہوتے ہیں وہ کھل جاتے کھول دیئے جاتے ہیں تو یہ شعر زبان پر آ جاتا ہے۔

عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالبِ دوست عجب این است کہ من واصل و سرگردانم
(دوست کا طالب پریشان سرگرداں ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ میں ملا ہوا ہوتے ہوئے بھی آوارہ و پریشان ہوں)

جب تم نے یہ سب کچھ پورے طور سے سمجھ لیا تو باضابطہ و باہوش رہو۔ ان کو نگاہ میں رکھو۔

اے عزیز۔ تمہارے وجود میں تین مقام ہیں۔ اعلیٰ۔ اوسط اسفل (اونچا بیچ کا۔ نیچا) نچلے درجہ میں ہونے سے ناف کو نفس کہتے ہیں۔ اس کا تعلق دوزخ سے ہے۔ دیو۔ پری۔ سانپ۔ بچھو۔ گرمی۔ سردی۔ وہ ساری چیزیں جو دوزخ کے لوازمات و متعلقات ہیں۔ وہ اسی میں ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ابلیس کا یعنی نفس کا ظہور ہے۔

مقام اوسط میں ہونے سے دل کو قلب کہتے ہیں۔ اس کا تعلق جنت سے ہے۔ یعنی جنت کے میدان۔ محلات۔ حور۔ قصور۔ پھل۔ پھول۔ باغ۔ کیاریاں۔ ناز ونعمت کے وہ سارے سازوسامان جو اس کے لوازمات ہیں وہ اسی مقام میں ہیں۔ شاہ عشق کا اس مرتبہ ومقام میں احمد ومحمد کے نام سے ظہور ہے۔ مقام اعلیٰ میں ہونے سے جان کو روح کہتے ہیں۔ اس کا تعلق حق سے ہے۔ یہی احد ہے۔ یعنی اس مقام میں فرشتے۔ عرش۔ کرسی۔ لوح وقلم۔ آسمان۔ آفتاب۔ چاند۔ ستارے اور جو کچھ کہ لوازمۂ نورحق ہیں وہ سب اسی مقام میں ہیں۔ یہاں شاہ عشق کا اللہ کے وصف سے یعنی روح الروح سے ظہور ہے۔ یہ عشق کے میوے اس کے درخت کا کمال بلکہ عشق کا وصف ہے بلکہ وہ وہی ہے جو اس طرح سے ظہور کیا ظاہر ہوا ہے۔ سچ ہے۔ ہر مقام میں اس کا نام کچھ اور ہی ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اَنَاَ فی ورای العرش احد و فی السماء احمد و فی الارض محمد و فی تحت الثرائی محمود (میں عرش کے پرے احد۔ آسمانوں میں احمد۔ زمین میں محمد۔ زمین کے سب سے نچلے حصہ میں محمود ہوں) ہر مقام میں کچھ اور ہی نام ہے۔ یعنی وہی وہ ہے کہ احد احمد محمد محمود نام پایا۔ جب تم نے اس مقام کو اس کے کمال کو اس کے اتمام (پورے ہونے) کو اچھی طرح سے سن سمجھ لیا تو یہ بھی سن لو کہ آدم عالم (انسان ساری کائنات) سب عشق ہی ہے کہ وہ قِدم (پرانا۔ قدیم۔ قدامت) اول آخر (اگلا پچھلا۔ پہلا دوسرا) نہیں رکھتا۔

این جہاں صورت است و معنی دوست — وز بہ معنی نظر کنی ہمہ اوست

(یہ دنیا صورت اور دوست معنی ہے — اگر معنی میں نظر کریں تو سب وہی وہ ہے)

نقشے نمودم من عیاں در صورت انسان نہاں — ظاہر مکن با کس مگو خوش خوش بیا بر دار ما

(ایک نقش ظاہر میں انسان کی صورت میں چھپا ہوا دکھلا دیا — ظاہر نہ کر کسی سے نہ کہہ ہنسی خوشی سے ہمارے دروازے پر آ)

یہ بھی سمجھ لو کہ وہ آیا ہے نہ جائے گا۔ دائم قائم (ہمیشہ برقرار) ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لم یلد ولم یولد ای لم یخلق ولم یخلق (نہ پیدا ہوا۔ نہ پیدا کیا گیا بلکہ نہ بنا نہ بنایا گیا) هو هو هو (وہ وہی وہ ہے) یہ جو سمجھ گیا وہ سب کچھ سمجھ گیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ۔

عشق سلطان است درہر دو جہاں عقل را مدخل نباشد اندراں
(عشق دونوں جہاں کا بادشاہ ہے عقل کی وہاں رسائی نہیں، عقل کا دخل نہیں)

بات یہ ہے کہ یہ دریا ایسا بھیانک ہے کہ جس کی تہہ نہیں ملتی کنارا ہاتھ نہیں آتا۔ اس کو جیسا کہ وہ ہے کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ اگر تم سے سوال ہو کہ ھی ھی تو مونث کی ضمیر عورت کے لئے بولی جاتی ہے۔ حق تعالٰی کے ساتھ کس طرح ٹھیک ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالٰی کی تجلیاں حضرت خواجہ عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معراج کی رات میں صورت مونث ہی میں ہوئیں۔ یوں بھی ذات کو مونث جانتے ہیں۔ اس لئے آپ نے ضمیر مونث استعمال فرمائی۔

اے عزیز۔ اس پر بھی ذرا غور کر لو کہ تمہارا رہنا بسنا کس میں ہے۔ تم کس میں ہو محبت کی محبت میں۔ اسی محبت میں تمہیں رہنا بسنا ہے اسی کو عشق کہتے ہیں۔ محبت سے دور اس سے الگ رہنے کی کوئی صورت نہیں۔ رہ بھی نہیں سکتے۔ جس کسی سے تم محبت کرتے ہو۔ دوست بناتے یا دوست رکھتے ہو۔ محبوب جانتے سمجھتے ہو۔ جس کسی طرف توجہ یا رخ کرتے رہو۔ وہ تم ہی تو ہو۔ تم نے اپنے آپ کو دوست رکھا محبوب بنایا۔ جو چیز تم دیکھتے ہو یا جس چیز سے تم محبت رکھتے ہو۔ وہ تم ہی تو ہو۔ حضرت نبی کریم افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رائت ربی بربی (دیکھا میں نے اپنے پروردگار کو اپنے پروردگار سے) یہ بھی فرمایا کہ ما رائت شیئاً الا رأیت اللّٰہ فیہ (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس میں) یہ بھی فرماتے ہیں۔ رائت ربی فی لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ امرد شاب قطط (دیکھا میں نے معراج کی رات میں اپنے پروردگار کو اچھی صورت میں گھنگھر والے بال والا)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدائے عزوجل کو اپنے آپ ہی میں دیکھا۔ اس کی سند و دلیل آیت کریمہ وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (میں تمہارے نفس تمہاری

حقیقت میں ہوں پھر بھی تم مجھ کو دیکھ نہیں پاتے) ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ فرماتا ہے کہ میں تم میں ہوں۔ تمہاری حقیقت تمہاری ذات میں ہوں۔ میں ایسا ہوں اس کے باوجود ابھی تم مجھ کو دیکھ نہیں پاتے۔ ایک قول ہے کہ نہیں دیکھا میں کسی چیز کو مگر دیکھا میں اللہ کو اس میں وہ بھی اسی کی شہادت ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ انا واللہ فی الوحدت واحد (میں اور اللہ تعالیٰ یکتائی میں ایک ہیں) بھی اس کی بہترین دلیل وسند ہے۔ کسی بزرگ نے یہ فرمایا ہے۔

احمد است این جا احد اے مرد کار   دائماً با عشق باشد بے قرار
(اے کام کے آدمی احمد ہی یہاں احد ہے   ہمیشہ عشق سے بے چین بے قرار رہتے ہیں)

اے عزیز۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہی وہ ہے۔ جو ہمیشہ اپنی دیکھ بھال میں آپ ہی ہے۔ اپنا آپ ہی دیکھنے والا ہے۔ اسی بارے میں ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

اے۔ خدا چوں توئی غم و شادی   تہمت ما و تو چہ بنہادی
(اے پروردگار جب رنج و خوشی تو ہے   یہ میں تو کی تہمت کیوں لگا دیا)
ہم تو لیلیٰ و ہم تو مجنونی   ہم تو شیریں و ہم تو فرہادی
(لیلیٰ بھی تو ہے مجنوں بھی تو ہے   شیریں بھی تو ہے فرہاد بھی تو ہے)

ایک اور بزرگ یہ فرماتے ہیں۔

خدا بود عاشق بخود اے گدا   جہاں کردہ آئینہ و خودنما
(اے مانگنے والے! خدا اپنے آپ پر آپ عاشق تھا   اس نے جہان کو اپنے آپ کو دکھانے والا آئینہ بنایا)
تماشائے خود را بخود وا نمود   ہموں عاشق و عشق و معشوق بود
(اپنا تماشا اپنے آپ کو آپ ہی دکھلایا   وہی عاشق وہی عشق وہی معشوق تھا)

تم نے محبت کو بھی سن لیا۔ جیسا کہ پانا تھا پا لیا۔ یہ بھی سن لو۔ اس کو بھی سمجھ لو کہ محبت ہی کو آب حیات (زندگی کا پانی) کہتے ہیں۔ یہ ظلمات (اندھیرے) میں یعنی آنکھ میں ہے۔ آنکھ ہی سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے پہلے آنکھ ہی کو پہچان لو کہ وہ کیا ہے۔ کون ہے سنو۔ تمہارے وجود کا صاحب (حاکم۔ مالک۔ ساتھی) تمہارے جسم

(تن) کا مالک (متصرف) تخم اول (پہلا بیج) ہی تو ہے۔ سب کا ظہور اسی سے ہوا ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ الٰہی اپنی ہستی وجود پر کیا ناز کروں۔ مجھ کو وہ آنکھ دے جو تیری جنت نگاہ ہو اس کو آنکھوں میں ہمیشہ قائم اور دائم برقرار رکھ۔ جس کو اپنی آنکھوں کی جنت نگاہ بنالوں۔ جو ہمیشہ رہے۔ اپنے آپ کو آپ ہی اپنے آپ سے دیکھ۔ اپنے آپ کو اپنے تفویض و سپرد کر دے۔ اپنے آپ کو اپنا بنا لے۔ کسی بزرگ نے یہ فرمایا کہ ؎

چشمے دارم ہمہ پراز صورت دوست　　تا دیدہ مرا خوش است چوں دوست دراوست

(میں وہ آنکھ رکھتا ہوں جو دوست کی صورت سے بھرپور ہے　　میری آنکھ مجھ کو اس لے عزیز ہے کہ دوست اس میں ہے)

از دیدہ و دوست فرق کردن نہ نکوست　　یا اوست بجائے دیدہ یا دیدہ ہم اوست

(آنکھ اور دوست میں تمیز کرنا جدا سمجھنا اچھا نہیں　　یا وہی آنکھ کے بجائے ہے یا آنکھ ہی وہ ہے)

اے دوست ترا بہر مکاں می جستم　　ہر دم خبرت ز این و آن می جستم

(اے دوست میں نے تجھ کو ہر جگہ ڈھونڈا　　ہر وقت تیری خبر اس سے اس سے پوچھا)

دیدم بہ تو خویش را تو خود من بودی　　خجلت زدہ ام کز تو نشان می جستم

(تجھ کو میں نے اپنے آپ میں دیکھا کہ تو میں ہی تھا　　شرمندہ ہوا کہ تیرا پتہ پوچھتا پھرتا رہا تو مجھ ہی میں تھا)

جب تم نے آنکھ کی خوبی سن لی آب (پانی) کو سمجھ گئے تو یہ سن لو کہ جس کو نور کہتے ہیں وہ درحقیقت ہوا ہے جس کو عربی میں ریح کہتے ہیں۔ روح بھی بولتے ہیں۔ چنانچہ الارواح مرکب من ریح (ارواح یعنی جانیں ترکیب دی گئیں۔ بنائی گئی ہیں، ہوا سے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ دم قدم سے مل گیا ایک ہو گیا جیسے پھول میں خوشبو دودھ میں مکھن۔

اے عزیز۔[1] بلا تمثیل یہ سمجھ لو کہ اللہ کے ساتھ بندہ۔ بندہ کے ساتھ اللہ۔ ایسا ہی ہے جیسے دودھ مکھن۔ یہ سب کچھ دودھ مکھن ہی تو ہے۔ تم دیکھتے نہیں۔ دم ہی کو روح کہتے ہیں۔ نور بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ اپنے آپ کو آسمانوں اور زمین کا نور ہوں فرمایا ہے۔ نور اور روح ہی کے ذرہ کو عبارت و اشارت میں لایا گیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے

---

[1] بندہ با حق ہم چو شیر و روغن است آمیختہ　　ایں ہمہ شیر است و روغن ہم توئی لا بیصرون

کہ وہ حقیقتاً کوئی نام ونشان (اتہ پتہ) حد وحصر (کنارہ۔ گنتی) نہیں رکھتا۔ وہ ایسی ذات ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ختم ہی نہیں ہوتی۔ ایک دریا ہے جس کا نہ کنارا دکھائی دیتا ہے نہ تہہ ملتی ہے۔ ذات کا نور ہمیشہ اپنی تجلی میں آپ ہے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا۔

بے نشاں شو از رہ نام و نشان   تا جمال خویش را بینی عیاں
(اتہ پتہ سے لاپتہ ہو جا   تا کہ اپنے جمال کو کھلے طور سے کھلا دیکھے)

چنانچہ فرماتے ہیں۔

پس کلامی تا ہمین ست جملہ عالم خاک و باد   ظاہرا صورت چہ بینی ہر چہ بینی یاد باد
(گفتگو یہیں تک ہے کہ سارا عالم مٹی اور ہوا ہے   ظاہری صورت کو کیا دیکھتا ہے جو کچھ تو نے دیکھا وہ تجھ کو یاد رہے)

جب تم نے یہ سنا اور سمجھ گئے کہ یہی دم قدم ہے یعنی دم ہی ہے جو قدم سے ملا ہوا ہے اب ہوش کے ساتھ سنو اور سمجھو کہ روح۔ ریح۔ خدا۔ رسول۔ نام دیتے ہیں۔ ظلمت و نور (اندھیرا۔ اجالا) جانتے ہیں۔ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل کہتے ہیں۔ جنت۔ دوزخ۔ آسمان۔ زمین۔ سورج۔ چاند۔ رات۔ دن۔ جنات۔ انسان۔ جاندار۔ پرند۔ کفر۔ اسلام۔ دین۔ دنیا۔ کعبہ۔ بت خانہ کہا کرتے ہیں۔

مسجد و دیر توئی کعبہ و بت خانہ یکیست   ہر کجا گوش نہادم ہمہ غو غائے تو بود
(مسجد مندر تو ہے کعبہ بت خانہ ایک ہے   جہاں کہیں کان لگایا تیری ہی چیخ پکار تھی)

جو کچھ کہا گیا۔ وہ حقیقتاً عشق کی حقیقت کا بیان ہے۔ وہ خود بخود اپنے آپ سے آپ ہی ایسا ہے۔ وہی وہ ہے جو ظاہر ہے۔ وہی وہ ہے جو باطن ہے۔ جو ہونا چاہتا ہے۔ ہوتا ہے۔ جو کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔ واللہ علیٰ کل شئیٍ قدیر (اور اللہ سب چیزوں پر قادر ہے) عشق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ۔

عشق مشاطہ ایست رنگ آمیز   کہ حقیقت کند برنگ مجاز
(عشق ایک بہروپیا دلال ہے   جو حقیقت کو مجاز کا رنگ دے دیتا ہے)

عشق می بازد خدا با خویشتن   شد بہانہ درمیان مرد و زن
(خدا اپنے آپ سے آپ عشق کرتا ہے   عورت و مرد میں بہانہ ہو گیا)

یہ مثنوی عشق کے بارے میں لکھی جا رہی ہے۔ تا کہ عشق کو سمجھ سکیں کہ اس کو پا سکیں۔

عشق گوھر بے بہا و بے نشان
بہر عشقش ہر دمے تو جان فشان
(عشق لاقیمت موتی ہے لاجواب جوہر ہے لاپتہ ہے
اس کے عشق کے لئے تو ہر وقت جان لٹا)

عشق پنج و ہفت باشد عشق چار
عشق نور و عشق نار و عشق دار
(عشق پانچ، سات اور چار ہے
عشق نور، نار (آگ) اور سولی ہے)

عشق باد و عشق آتش آب و خاک
در حقیقت عشق باشد جان پاک
(عشق ہوا آگ پانی۔ مٹی ہے
حقیقت میں عشق پاک جان ہے)

عشق اول عشق آخر جاوداں
با خودی خود عشق بازد درمیاں
(عشق پہلا پچھلا ہمیشہ کا ہے
اپنے آپ سے آپ ہی عشق کرتا ہے)

عشق شاہ و عشق ماہ و عشق راہ
برسر خود عشق پوشد صد کلاہ
(عشق بادشاہ عشق چاند اور عشق راستہ
عشق اپنے سر پر سو تاج پہنتا ہے)

عشق عرش و عشق کرسی رازداں
ہم قلم ہم لوح محفوظ است داں
(عشق عرش عشق کرسی راز سمجھ
عشق قلم ہے لوح محفوظ ہے سمجھ جا)

عشق شمس و ہم سماء و ہم زمیں
ہم فرشتہ در شمار و در مکیں
(عشق سورج بھی آسمان بھی زمین بھی
عشق فرشتہ بھی شمار میں بھی گھر والے میں بھی)

عشق روشن ہم نجوم و ہم بروج
با خودی خود نزول و ہم عروج
(عشق روشنی بھی ہے تارے اور برج بھی
اپنے آپ میں آپ ہی اترتا چڑھتا ہے)

عشق بیخ و عشق شاخ و عشق گل
عشق میوہ عشق تخم و عشق ہل
(عشق جڑ اور عشق ڈالی اور عشق پھول
عشق پھل عشق بیج اور عشق رس و شراب)

عشق در صورت جمال خود نمود
جملہ اشیا در حقیقت عشق بود
عشق ظاہر میں صورت لے کر اپنا جمال دکھلایا
ساری چیزیں سب کچھ حقیقت میں عشق ہی ہے)

تَمّتُ الرِّسَالَه وَالتَّرجِمه